رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

شرح قیمت جو ہر صورت پیشگی وصول ہوگی
خریداران الحکم سے [illegible] سالانہ
معاونین سے [illegible]
عام قیمت [illegible]

الحکم

ایڈیٹر و مالک یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان ۔ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۲۱ء یوم چہار شنبہ | سلسلہ الجدید نمبر اول جلد اول

دارالامان کی خبریں

کشمیر سے تازہ تار مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۱ء یہ پہنچا ہے کہ الحمد للہ۔ والدہ میاں ناصر احمد کی طبیعت پہلی تار کے بعد رو بصحت ہو گئی۔ دو دن سے حالت بہت اچھی ہے۔

۱۔ حضرت صاحب کو پاؤں میں موچ آگئی تھی اسکی ابھی تکلیف ہے۔ تاہم حضور بہت جلد واپس تشریف

۲۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کشمیر میں حضور کے ساتھ بخیر و عافیت ہیں۔

۳۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے قادیان میں ہیں آجکل آپ تفقہ فی الدین کے لئے علمی سٹڈی میں مشغول ہیں جس کے لئے ایک سال تک ریویو آف ریلیجنز کے کام سے فارغ کیا گیا تھا۔

۴۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب امارت حوالی کیا تھ

امارت جماعت احمدیہ قادیان کے اہم فرائض کو ادا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کی سادگی و فروتنی با ایں ہمہ عظمتِ جاہ ۔ اسوۂ حسنہ ہے۔

۵۔ مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب علاوہ امامت جماعت نماز پنجگانہ جمعہ کے دن ضروریات موجودہ کے مطابق موعظہ حسنہ و خطبہ سے سرفراز فرماتے ہیں پچھلے جمعہ آپ نے قادیان کے غرباء کی طرف توجہ دلائی کہ جن میں سے بعض موجودہ گرانی غلہ سے بے حد متاثر ہیں۔ سوان کے لئے آٹا ارزاں نرخ پر دینے کیلئے انتظام کیا جا رہا ہے۔

۶۔ بارش پچھلے دنوں بہت ہو گئی اب ماہ ستمبر میں اگر دو بارشیں ہو جائیں تو پھر فصل خریف انشاء اللہ عمدہ ہو جائیگی۔ موجودہ صورت میں تو غلہ اور بھی گراں ہو رہا ہے۔

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر کے چھپا

پیارے حبیب کی پیاری باتیں

ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے پندرہ سولہ آدمی موجود تھے مولوی نور الدین صاحب مرحوم خلیفہ اول مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سیالکوٹی اور مولوی امروہی اور کپورتھلا کے لدھیانہ لاہور کے احباب تھے فرمایا آج ہمیں تھوڑی دیر ہوئی الہام ہوا **تائی آئی** ہماری سمجھ میں اسکے معنے اور مطلب نہیں آیا ہمارے کوئی تائی نہیں نہ حقیقی نہ رشتہ کی اور رشتہ والے عداوت میں ایسے بڑھ رہے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خون کے پیاسے ہیں اگر ان کا بس چلے اور قابو پائیں تو سب کو ہلاک کر دیں تم دیکھتے ہو کہ مسجد کے راستہ میں دیوار کھینچدی ہے جس سے ہمیں اور ہمارے دوستوں کو مسجد میں نماز کو آنے کے لیئے بہت تکلیف ہوتی اور دور دور کے راستہ سے چکر چکر لگا کر آتے ہیں اور یہ برسات کا موسم ہے اور راہ میں گارا کیچڑ بکثرت ہے۔ علاوہ اسکے کنووں تک کا پانی بند کر دیا ہے بعض سقوں کو پانی بھرنے سے روک دیا ہے۔ جنگل میں پاخانہ سے بھی روکتے ہیں رات دن گالیاں دیتے ہیں ہم ہر بات میں صبر کرتے ہیں اور سب کو صبر کی تلقین دیتے ہیں اور انکی تکلیف دینے کو خدا کے حوالہ کرتے ہیں اسحالت میں ہمیں کسی رشتہ دار کے آنیکی کیا امید ہوسکتی ہے۔ ہم اسی خیال میں تھے کہ پھر الہام ہوا **تار آئی** اس دوسرے ٹکڑہ سے الہام کے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ شاید پہلا الہام بھی تائی آئی نہیں تار آئی ہی ہوگا چونکہ الفاظ ملتے جلتے ہیں ہماری سمجھ میں تار ہی آئی کہ تائی آئی یا دوبارہ تاکید اور تفہیم کے لیئے الہام ہوا مگر اس الہام سے کہ تار آئی جملہ ناتمام رہتا ہے اور کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ خدا خوب جانتا ہے پر بات منکشف ہوجائیگی اور ممکن ہے کہ کوئی تار آئے جس میں خوشی یا رنج کی بات ہو۔ عموماً تو تار کے آتے ہی دل لرز جاتا ہے اور خدا خیر کرے کہا جاتا ہے چاہے خوشی کا ہی تار ہو۔ جب پڑھا جاتا ہے تب اصل واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اسکی باتوں سے کون واقف ہوتا ہے۔ اسکے بعد ایک دو دفعہ اور ذکر کیا پھر بات آئی گئی ہوئی۔ حضرت صاحب کا زمانہ گزر گیا خلیفہ اول مولوی نورالدین کا زمانہ گزر گیا۔ اب تیسرا زمانہ آیا اور خلیفہ ثانی دام فیضہ نے خلعت خلافت زیب تن فرمایا تو **تائی آئی** یعنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی دام برکاتہم کی تائی صاحبہ حضرت مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی جو اول درجہ کی مخالف تھیں اپنے پورے معنوں میں تائی بنیں اور تائی بنکر اپنے بھتیجے کے ہاتھ بیعت کی تار کے ذریعہ یعنی خدا کی وحی کے ذریعہ نہ کسی کی کوشش سے جب میں نے الفضل کے ذریعہ یہ سنا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی یہ الہام تازہ ہوا اور ایمان بھی ترقی کر گیا کہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے اور کیسا زبردست عالم الغیب خدا ہے جسنے ایسے نازک اور مشکلات کے وقت خبر دی اور وہ ہو بہو پوری ہوئی۔ اگر حضرت صاحب کے وقت یا خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں یہ واقعہ ہوتا تو اس واقعہ کی کوئی عظمت نہ تھی۔ یہ پیشگوئی خلیفہ ثانی کے وقت اور زمانہ سے وابستہ تھی الحمدللہ اپنے عین وقت پر پوری ہوئی اس سے خلیفہ ثانی کی عظمت اور خلافت کی حقانیت کھل جاتی ہے اور آپ خلیفہ برحق ثابت ہوتے ہیں ثم الحمدللہ۔

میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانکر لکھتا ہوں اور حلف شرعی اٹھاتا ہوں کہ یہ واقعہ اسی طرح سے ہے اور سچا ہے۔

ابو اللمعان محمد سراج الحق نعمانی قادیانی

قادیان دارالامان مورخہ ۷؍ ستمبر ۱۹۲۱ء

نہ ایں زبان من شوریدہ دل نہادم روئے
برآستانِ تو کاندر ازل نہادم باز

ایک عرصہ کی مسلسل خاموشی اور گمنامی کے بعد میں پھر الحکم کے ذریعہ خدمت سلسلہ کا ایک جوش اپنے دلمیں محسوس کرتا ہوں + الحکم کا اجرا اور اسکی بقا میری زندگی کی ابتدا و انتہا ہے۔ الحکم مختلف حالات زندگی میں سے گذرا ہے اور لبا اوقات دشمنوں نے خیال کیا کہ اسکی زندگی کا خاتمہ ہو چکا۔ مگر خدا کے محض فضل اور کرم سے وہ اب تک زندہ ہے ۱۹۲۰ء میں الحکم کی ادارت کا کام میں نے عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب کے سپرد کیا تھا۔ مگر وہ سلسلہ احمدیہ کی بعض دوسری خدمات میں مصروف رہنے کے باعث اسے پورے طور پر سرانجام نہ دے سکا جس کا نتیجہ الحکم کی اشاعت میں بے ترتیبی اور تعویق کی صورت میں ظاہر ہوا عزیز موصوف چونکہ اپنی زندگی وقف کر چکا ہے اسلئے میں اسپر زیادہ زور بھی نہ ڈال سکا۔ الحکم کی اشاعت میں تعویق اور توقف میرے لئے سوہان روح تھا میرے مخلص احباب بھی اسی درد سے حصہ لیتے تھے۔

مگر کوئی عملی صورت الحکم کے دوبارہ اجرا کی ظاہر نہ ہوئی۔ تھوڑی عرصہ گذرتا ہے کہ میرے بعض مکرم دوستوں نے مجھے پھر اسی طرف متوجہ کیا جن میں حضرت سید زین العابدین۔ قاضی اکمل اور عاقل فریدآبادی کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔ میں جو پہلے ہی اس درد سے بے قرار تھا۔ انکی تحریک نے ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا کر دیا۔ اور یہ اسی تحریک کا نتیجہ ہے کہ

الحکم پھر شایع ہوتا ہے

جہانتک میری ذات کا تعلق الحکم سے ہے میں الحکم کی خدمت کیلئے خدا کے فضل و رحم سے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھونگا اور جو حصہ جماعت سے متعلق ہے اسکے لئے بھی مجھے یقین ہے کہ

وہ اپنے خادم قدیم کی ہمت افزائی میں کمی نہ کریگی

میں نے متعدد مرتبہ اس امر کا اعلان کیا ہے اور واقعات نے اسکو ثابت کر دیا ہے کہ الحکم کو میں نے ذریعہ معاش بنا کر کبھی شائع نہ کیا تھا میرا نصب العین ہمیشہ خدمت سلسلہ تھی اور وہی اب بھی ہے۔ میری ضروریات کا تکفل میرے مولی نے ہمیشہ ایسے طریقوں سے فرمایا ہے کہ میں نے ایسے من حیث لا یحتسب یقین کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کے کرشموں کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ آج الحکم کا کارخانہ (جو دس ہزار کے نقصان میں سے گذرا تھا) خدا کے فضل و کرم سے بالکل سبکدوش ہے اور الحکم اپنی زندگی کے قیام کے لئے جماعت کی بہت تھوڑی توجہ کا محتاج ہے۔

الحکم کی اہمیت اسکی ضرورت پر مجھکو قطعاً بحث کی حاجت نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اُسے اپنا بازو قرار دیا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اسے اول اتحاد میں فرمایا۔ اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے گذشتہ سالانہ جلسوں کی تقریب پر ہزارہا انسانوں کے مجمع میں جو ذرہ نوازی کا اظہار فرمایا وہ ایسی باتیں ہیں کہ فراموش نہیں کی جا سکتی ہیں۔

الحکم کو ایک اپ ٹو ڈیٹ جریدہ کی صورت میں شائع کرنے کے لئے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ۶ ہزار کی اپیل اسکے لئے کی تھی اور **جماعت اس رقم کی الحکم کیواسطے مقروض ہے**

پس الحکم کی اسی اشاعت کے ساتھ میں اس **چھ ہزار** کا مطالبہ جماعت سے کرتا ہوں + میری ہمت اور طاقت میں جو کچھ ہوگا۔ وہ میں بھی پیش کرونگا۔ میں اپنے **قدیم دوستوں** اور الحکم کے مربیوں کو صرف اسیقدر کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ عنقریب میں ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ ان سے الحکم کی امداد کے لئے مطالبہ کرونگا۔ اور اس مطالبہ میں انکے **عذرات** قطعاً نہیں سنونگا۔

الحکم کا اس دور جدید میں کیا پروگرام ہوگا۔ وہ اسکے **مسلسل** تین مہینے کے مطالعہ سے معلوم ہوگا + میں نے اپنی طرف سے خدا کے فضل و رحم پر بھروسہ کرکے کوشش کی ہے کہ الحکم **باقاعدہ** شائع ہو اسکو بارور کرنا یہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے + ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کا جسقدر مطالبہ ناظرین الحکم کے ذمہ ہے وہ جلد سے جلد وصول کرنے کی کوشش ہوگی۔ اور **پیشگی** قیمت کے لئے بھی تیسرے پرچہ سے برابر تحریک جاری رہیگی۔

اس عہد جدید میں بقایا کا کوئی حساب قطعاً رکھا نہ جائیگا اور **سرپرستان** الحکم بھی اپنے **قدیم خادم** کی ہمت افزائی میں پیش پیش نظر آئینگے۔ الحکم کو بحالت موجودہ اپنے اخراجات کے لئے کم از کم **ایک ہزار خریداروں** کی ضرورت ہے جو لاکھوں کی جماعت میں نہایت ہی اقل مطالبہ ہے۔

آخر میں میں اپنے سید و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے درخواست کرتا ہوں کہ **اپنے اس خادم سلسلہ کی کامیابی کیلئے دعا فرماویں** اور احباب بھی دعاؤں سے اپنے خادم کی مدد کریں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سلسلہ کی تاریخ کو غلطیوں سے بچاؤ

اگرچہ بعض حالات کے ماتحت (جنکو میں کسی ربانی تحریک اور منشا کا نتیجہ یقین کرتا ہوں) ایک عرصہ سے میں سلسلہ کی قلمی خدمت سے گونہ معطل رہا ہوں جسکا مجھے افسوس ہے لیکن بایں ہمہ میں اپنے کام سے غافل نہیں رہا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور **تاریخ** سلسلہ کا ایک عظیم الشان کام میرے سامنے ہے اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو جلد وہ عملی صورت اختیار کر لیگا۔

اسوقت میری غرض ایک تاریخی غلطی کی اصلاح ہے ابھی ان لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔ آپؑ کے واقعات زندگی کو دیکھنے یا سننے اور جاننے والے موجود ہیں۔ ایسی حالت میں ایک **حقائق پسند** قوم کے جذبات صداقت کو کچل دیتا ہے۔ اگر ان کے سامنے **واقعات** کو ایسے رنگ میں پیش کیا جاوے جو معیار تحقیق پر پورے نہ اتر سکیں اور انمیں **طبعزاد** امور کو دخل ہو [illegible] کئی مثالیں میری نظر سے گذری ہیں تازہ ترین مثال وہ ہے جو رسالہ **رفیق حیات** کے جولائی نمبر میں پائی جاتی ہے اور صفحہ ۸ پر درج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **اخلاق و تہذیب** کے اظہار میں دو **مقدمات** کا حوالہ دیا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **اپنے دشمنوں کو معاف** کر دیا نفس مضمون کے متعلق یہ بالکل درست ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان مقدمات میں اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ لیکن **نوعیت** اور تفصیل کے لحاظ سے واقعات غلط ہو جاتے ہیں۔ جو آج نہیں تو کسی دن **تنقید** کے نیچے آکر زخمی ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی بات ہے کہ میں ان ہر دو **معاملات** میں ایک **عینی** گواہ ہوں بلکہ ایک مقدمہ میں اول سے لیکر آخر تک میں اور میرے مکرم بھائی مفتی فضل الرحمٰن ہی پیروکار تھے۔

منشی محمد شفیع صاحب اسلم جو اس مضمون کے لکھنے والے ہیں میرا خیال ہے سننے والوں میں ہیں پہلا مقدمہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا تھا جس کے مقدمہ کی **روئیداد** میں نے "دوسرا جنگ مقدس" کے عنوان سے شائع کی تھی اور اول سے آخر تک میں اسکے دیکھنے والا اور لکھنے والا تھا دوسرا مقدمہ سید **احمد نور** مہاجر کابلی کے مکان کے باعث ہوا تھا۔ میری **غرض** اسوقت اسکی تفصیل میں جانا نہیں بلکہ ان غلطیوں کو درست کر دینا ہے۔ جو نفس واقعات کے متعلق ہیں۔

یہ مقدمہ کسی تحصیلدار کے سامنے پیش نہیں ہوا۔ اور نہ تحصیلدار نے کسی کو یہ کہا کہ میں **سخت سزا دونگا** اور نہ اسے دانت پیسنے کی ضرورت پیش آئی ٭ یہ مقدمہ **سردار غلام حیدر خاں** صاحب جو سردار امام بخش خانصاحب مزاری کے غالباً بھائی تھے۔ کی عدالت میں پیش تھا۔ حضرت **مسیح** موعود علیہ السلام مقدمہ بازی کو پسند نہ فرماتے تھے۔ قیام **امن** کے لئے یہ مقدمہ پولیس بٹالہ نے قادیان کے بعض سکھوں اور زمینداروں کے خلاف چالان کیا تھا۔ اور **بلوہ** کا مقدمہ تھا۔ کیونکہ سید احمد نور صاحب کے مکان پر وہ بلوہ کرنے کے لئے آئے تھے قادیان کے ان آریوں نے جنکے متعلق رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" لکھا تھا ان لوگوں کو اشتعال دیکر حضرت **حکیم الامۃ** بزرگان سلسلہ پر نالش کرادی تھی۔ دونوں مقدمے سردار صاحب کی عدالت میں تھے جن میں سے پہلا مقدمہ جو حضرت حکیم الامۃ اور دوسرے احباب کے خلاف تھا پہلی ہی پیشی پر بمقام بٹالہ خارج ہو گیا۔ دوسرے مقدمہ میں جو پولیس نے چالان کیا ملزموں پر **فرد جرم** لگ چکا تھا۔ اور شہادت صفائی بھی گذر چکی تھی۔ فیصلہ ہی گویا باقی تھا۔ **ملزمین** لالہ شرمپت رائے۔ لالہ **ملاوامل** اور دوسرے لوگوں کو لیکر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت کی بڑے بڑے موثق وعدے کئے کہ آئندہ ایسی حرکات نہونگی ٭ اسپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **ان کو معاف** **کر دیا**۔ اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے **مجھے** حکم دیا کہ میں جاکر سردار غلام حیدر خان صاحب سے کہدوں کہ حضرت صاحب نے ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ مقدمہ پولیس نے چالان کیا ہے۔ ۱۶ ملزم ہیں پولیس **۱۶ ملزموں** کا رہا ہو جانا کبھی گوارا نہیں کر سکتی۔ علاوہ بریں ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ یہ مقدمہ بطور **راضی نامہ** ختم کریں۔ ہم مدعی نہیں۔ پھر مقدمہ ایسے مرحلہ پر ہے کہ صرف حکم باقی ہے۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ **ہمارے اختیار میں جو کچھ ہے وہ کرلینا چاہئے میں نے انکو معاف کر دیا ہے میری طرف سے** جاکر کہدیا جاوے کہ **انہوں نے معاف کر دیا ہے** اگر عدالت منظور نہ کرے تو اسمیں ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ فوراً چلے جاؤ۔ دوسرے دن تاریخ تھی میں اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب گئے اور عدالت میں جاکر حضرت صاحب کا **فیصلہ سنا دیا** وہی تاریخ حکم سنانے کیلئے مقرر تھی۔ پولیس کو قدرتی طور پر جو افسوس ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے مجسٹریٹ صاحب نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے تمام روئیداد مقدمہ کی ختم ہو چکی ہے صرف حکم باقی ہے۔ **میں نے عرض کیا کچھ بھی ہو حضرت صاحب نے معاف کر دیا ہے** اسپر مجسٹریٹ صاحب بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ **جب حضرت صاحب نے معاف کر دیا تو میں بھی معاف ہی کرتا ہوں**۔ اور ملزموں کو مخاطب کرکے

اسنے کہا کہ ایسا مہربان انسان کم دیکھا گیا ہے جو دشمنوں کو اسوقت بھی معاف کر دے جبکہ وہ اپنی سزا بھگتنے والے ہوں اور بہت ملامت کی کہ ایسے بزرگ کی جماعت کو تم تکلیف دیتے ہو۔ بڑے شرم کی بات ہے آج تم سب سزا پاتے مگر یہ مرزا صاحب کا رحم ہے کہ تم کو جیل خانہ سے بچا دیا یہ واقعہ ہے جسکو میں نے مختصراً لکھدیا ہے تاکہ تاریخ سلسلہ میں واقعات کی غلطی نہو۔

حالات حاضرہ کی روشنی میں مضامین کا ایک سلسلہ

جماعت احمدیہ کی توجہ کے قابل

ایک مدت دراز کے بعد میں حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضروریات پر اپنے خیالات کے اظہار کی جرأت کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے یقین رکھتا ہوں کہ احمدی جماعت توجہ کرنے کی ضرورت کا احساس کریگی۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ ایک خاص مذہبی تحریک ہے جو کسی انسانی تجویز اور دماغی سوچ بچار کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ اسکے بانی کو کھڑا کیا اور اپنی نصرت اور تائید کا ہاتھ اسپر رکھا۔ یہ سلسلہ تمام الٰہی سلسلوں کی طرح مشکلات اور قسم قسم کی روکوں کے درمیان نشوونما پا رہا۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ وہ خاردار جنگل کس قدر دور ہیں جن میں سے اس سلسلہ کا گذرنا لازمی ہے۔ جو ایسا ہیبت ناک منظر دکھا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جنگل میں سے گذرتے وقت نازک پاؤں والوں کو [illegible] کا سامنا کیا

(خدا کرے ہم انہیں نہ ہوں)۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس غرض و مقصد کو لیکر مبعوث ہوئے وہ ایک ایسی تحریک ہے کہ اسکے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ دنیا میں غالب ہو اور

بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں

حوادث روزگار کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جسقدر انکشافات ہوئے وہ قبل از وقت شائع کئے گئے اور اپنے اپنے وقت پر پورے ہو رہے ہیں۔ دنیا میں ایک انقلاب عظیم کی لہر چل رہی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام دنیا کو انذار کیا یورپ ایشیا اور جزائر کے رہنے والوں کو بتایا کہ ایک عام بے چینی اور گھبراہٹ کا وقت آتا ہے اور مجھے کچھ بھی ضرورت نہیں کہ اس نبوۃ کی صداقت کے لئے واقعات حاضرہ کی روشنی میں کوئی مزید تشریح کروں۔ دنیا کا کوئی حصہ کوئی قوم امن اور سکون میں نہیں ایک عالمگیر اضطراب اور ہمہ گیر آفتیں اپنا منہ کھولے ہوئے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور تصرف کا ایک تماشا ہے جو حق بیں آنکھ کو معرفت کے نور سے منور کرتا ہے۔

اس حالت اور صورت میں احمدی جماعت کے فرائض اور اسکی عملی پیش قدمی ایک قابل غور سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حالات حاضرہ میں بتا دیا ہے کہ محض اسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے

صرف احمدی جماعت کو مخصوص کر لیا ہے

عام مسلمان جنکی نظروں میں یہ جماعت حقیر اور خارج از اسلام اور واجب القتل ہے ایک ایسی رَو میں بہ رہے ہیں جو ہر ساعت انہیں منزل مقصود سے دور کر رہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم منزل مقصود کے قریب ہو رہے ہیں۔

حالات حاضرہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

صداقت پر مہر کردی ہے۔ بالاتفاق آج تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر مصائب اور ابتلا کا موقع اسلام یا دوسرے الفاظ میں مسلمانوں پر کبھی نہیں آیا۔ پھر اگر فی الحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کو آسمان سے ہی اترنا تھا اور حضرت امام غائب کو غار سر من رائے سے برآمد ہونا تھا۔ تو وہ کونسا وقت ہوگا۔ آج دنیا کے تمام سجادہ نشینوں اور اہل اللہ کی دعائیں کیا ہوئیں۔ کیوں وہ دعائیں حضرت مسیح موعودؑ کو آسمان سے اتروانے میں کامیاب نہیں ہوتیں۔ اور در اجابت ان کے لئے نہیں کھولا جاتا؟ یہ ایک سوال ہے جس پر ہمارے مخالف الرائے بھائیوں کو غور کرنا چاہیئے۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ نزول ہو اور یا تسلیم کرلیا جاوے کہ اس عقیدہ کی تفسیر حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ و علیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی وجود باوجود ہے۔

غرض حالات حاضرہ ایک روشن اور واضح دلیل ہیں اس سلسلہ کی صداقت پر۔ ان حالات میں جماعت احمدیہ کی ذمہ واریاں کس قدر وسیع ہوگئی ہیں۔ یہی قابل غور امر ہے جو مجھے جماعت احمدیہ کے سامنے رکھنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت اس سلسلہ مضامین کو نہایت غور اور توجہ سے پڑھے + اور بزرگان سلسلہ سے مجھے توقع ہے کہ وہ بھی اپنے خیالات سے جماعت کو مستفید کرنے کی کوشش کریں۔

اگلی اشاعت سے انشاء اللہ العزیز میں اس سلسلہ کو باقاعدہ شروع کرونگا وباللہ التوفیق۔

جن صاحبان کے پتے غلط ہوں۔ وہ مہربانی کرکے اپنے صحیح پتے سے اطلاع دیں۔ تاکہ چٹیں درست کرلی جائیں

مینیجر

رَبَّنَا وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

مسلمانوں کیلئے ایک اور ماتم کا دن

شہر امرتسر کی افواہوں اور اخبار اتحاد کے ایک نوٹ کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ مسجد خیر الدین واقعہ ہال بازار امرتسر میں ۲۹ر اگست کی شام کو کسی احمدی بزرگ کی محض اسلئے سخت توہین کی گئی۔ کہ اس نے اس مسجد کو خانہ خدا سمجھکر فریضہ نماز ادا کیا۔ اسپر امرتسر کے بازاری لوگ اور مولوی وغیرہ خوش ہو رہے ہیں۔ کہ بہت ہی بڑا کار ثواب ان سے سرزد ہوا۔ مگر میں انکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ دن ان کے لئے خوشی کا نہیں بلکہ ماتم کا دن ہے۔ کیونکہ آج اسلام جیسا مقدس اور مفرکی مذہب ان کے اندر سے اٹھ گیا۔ درخت وہ جو اپنے پھل سے پہچانا جاسکے۔ اگر اسلام اسی کا نام ہے۔ کہ ایک شخص کو محض اس لیئے بے حرمت کرنا کار ثواب سمجھا جاوے کہ اس نے مسجد میں جاکر نماز پڑھی تو پھر سب سے بڑے اور پکے مسلمان وہ تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) کے سر اور گردن پر عین نماز میں سجدہ کرتے وقت اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی تھی۔ اور اگر اسلام اسی کا نام ہے۔ کہ ایک پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان ان نام نہاد مسلمانوں کی مسجد میں جاکر نماز پڑھے۔ تو اسکو نہ صرف روکا جاوے بلکہ ڈاکوؤں کی طرح اکیلے دوکیلے مسافر پر حملہ کرکے اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار کیا جاوے۔ تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسلام میں (نعوذ باللہ) شک پڑجاتا ہے جنہوں نے ایک عیسائی منکر اسلام کو اپنی مسجد میں گرجا ادا کرنے

اجازت فرمائی۔ ہاں اگر اسلامی نمونہ اسی کا نام ہے۔ کہ ایک شخص کو محض اسلئے تکلیف دینا موجب نجات سمجھا جاوے کہ اسنے حق اور صداقت کو کیوں قبول کیا۔ تو پھر ان سے بڑھ کر وہ پکے اور سچے مسلمان اور اللہ والے لوگ تھے۔ جنہوں نے جلیل القدر صحابی حضرت یاسر کو دو اونٹوں پر چڑھا کر چیر ڈالا۔ اور حضرت یاسرؓ کی اہلیہ سُمیّہؓ کی شرمگاہ میں نیزہ مار کر داصل جنت کیا۔ اور حضرت عمار بن یاسر سے اسی قسم کے اسلامی جبر و تشدد سے کلمہ کفر کہلا کر جان بخشی کی۔ اور پھر سب سے بڑھکر یہ کہ رحمۃ للعالمین حضرت شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی قسم کے بازاری گنڈوں اور شہدوں نے طائف سے گیارہ میل تک برابر پیچھا کر کے نہ صرف دوڑایا۔ بلکہ گندی گالیاں اور فحش بکواس اور مار پیٹ سے اپنا اسلامی نمونہ دکھایا۔ پس اے امرتسر والو اگر آپ لوگوں کو اسی اسلامی نمونہ پر ناز ہے۔ تو یہ نمونہ آپ کو مبارک ہو۔ ہم ایسے اسلام سے اسی طرح بیزار ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ بیزار تھے۔ ایسے اسلام کو ہمارا دور سے سلام ہے۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے۔ کہ امرتسر کے شرفاء اس کمینہ حرکت کو جو مذہباً اخلاقاً اور قانوناً کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ہرگز پسند نہ کرینگے۔ مگر عام طبقہ جسکے اسلام کا خلاصہ اور لب لباب اور مایہ ناز اسی قسم کی رذیلانہ حرکات ہیں۔ وہ سن رکھیں اور لکھ رکھیں کہ ؎

رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

زمینی گورنمنٹ کے مارشل لا سے کسی حد تک بچاؤ ہوسکتا ہے۔ مگر اس جبار قہار خدا کے مارشل لا سے جو دیر گیر اسخت گیر و مرزا کا حقیقی مصداق ہے۔ کہیں بھی مفر نہیں۔ تمہارے ہاتھوں سے آج وہ کرتوت سرزد ہو رہی ہیں جو اسلام کے خلاف دشمنان اسلام سے

کر دکھائی۔ اور پھر جو انکا انجام ہوا۔ وہ سب پر روشن ہے کسی کے فتوے نہ ہی تمکو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کافر۔ اسلام عملی مذہب ہے۔ جس قسم کے عمل کروگے۔ وہی ٹھیرو گے۔ اکھر دینگے رولی دین پس تم اسے امرتسر والو اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اور ٹھنڈے دل اور فراخدلی ہو کر غور کرو۔ کہ اس مسجد خیر الدین میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ کے مولوی نے خطبہ جمعہ میں ایک مشرک اور کافر دشمن اسلام کو حضرت موسیٰ جیسے عظیم الشان نبی کا مثیل ٹھیرایا۔ اسوقت آپ کی غیرت اور حمیت اسلامی کہاں گئی تھی۔ اور کیوں نہ آپ لوگوں نے اس مولوی کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا۔ یا کم از کم ناک سے لکیریں نکلوا کر توبہ کروالی تاکہ آئیندہ ایسے کلمات کفریہ سے وہ باز رہتا۔ یا پھر ایام مارشل لا میں انما المشرکون نجس مشرکون لاشیں اسی مسجد خیر الدین میں ڈھیر کی گئیں اسوقت کون باغیرت مسلمان اٹھا۔ جس نے اس پلیدی کو مسجد میں لانے پر اسلامی جوش دکھایا۔ کسی ایک کا نام لو۔ پھر اسی مسجد میں مشرکوں سے لیکچر کرائے گئے اور کسی مولوی ملیٹے کو جوش نہ آیا۔ کہ منبر نبویؐ پر ایک مشرک اور کافر تقریر کر رہا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ پہلا اسلامی نمونہ دہلی والے مسلمانوں نے دکھایا۔ کہ انہوں نے ایک سخت دشمن اسلام شردھانند کا لیکچر جامع مسجد دہلی میں منبر نبوی پر کرایا۔ مگر آپ لوگ کیا ان سے کم رہے۔ ذرا سوچو اور خوب غور کرو۔ کہ آپ لوگوں نے شعار اسلام کے ملیا میٹ کرنے میں کونسی کسر چھوڑی۔ ہندو اور چوڑھے اور چمار بھی اتنی غیرت اور احتیاط کر لیتے ہیں۔ کہ اپنے چوکے میں اور اپنے معبد میں کسی غیر قوم خصوصاً مسلمانوں کو نہیں گھسنے دیتے مگر تم لوگوں نے آن واحد میں سب شرم و حیا کو بالائے طاق

رکھکر دہ کچھ کیا۔ جو مسلمان کہلانیوالے کیطرف منسوب کرنا ہی موجب ننگ ہے۔ اس احمدی بزرگ نے صبر کیا بہت اچھا کیا۔ اسوۂ نبوی پر عمل کیا۔ صحابہ کرام کا مثیل ٹھیرا۔ خدا اور رسول کا محبوب بنا اور اسکی ہتک اور توہین کرنے والوں نے ہمیشہ کے لئے طوق لعنت پہنا۔ ؏

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

یہ احمدی بزرگ آنحضرتؐ اور صحابہ کرام اور اولیائے کرام کا وارث بنا۔ اور اسکو دکھ دینے والے آنحضرتؐ کی بے حرمتی کرنے والوں کے وارث بنے۔ کیا اچھا انعام ہے۔ ذق انک انت العزیز الکریم۔ اس احمدی بزرگ کیلئے اس سے بڑھکر خوشی کا موجب اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے مقدسین کا ورثہ پایا۔ باغی لوگوں کا ورثہ نہیں پایا۔ آج تو مادہ پرست اس فانی دین کی خاطر اپنی عزت اور آبرو و مال ہمیشہ کے لئے ضائع کر کے خدا کے نزدیک بھی مغضوب بن رہے ہیں۔ مگر ہمارے لئے یہ عید کا دن ہے۔ کہ ہم نہ فانی دنیا اور دین والوں کے خاطر بلکہ محض زمین و آسمان کے مالک اور رب العالمین خدا کی رضاجوئی اور اس کے مقدس اسلام کیخاطر ہر ایک ذلت کو باعث عزت سمجھتے ہیں۔ ہمیں ستانے اور ذلت پہنچانے والے اسی طرح خوش ہوں جسطرح آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو ستانے والے بغلیں بجاتے تھے۔ ضرور تھا کہ یہ مناسبت اور مشابہت اور مماثلت واقع ہوتی۔ تا حضرت مسیح موعود کی جماعت کے حق میں وآخرین منھم لما یلحقوا والی بشارت پوری ہوتی۔ اعملوا ما شئتم۔ ہماری داد فریاد اور استغاثہ اس آسمانی حاکم کی درگاہ میں ہے۔ جو احکم الحاکمین اور علیم بذات الصدور ہے۔ ؏

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الورےٰ

(خاکسار محمد فخر الدین احمدی ملتانی۔ قادیان)

جماعت احمدیہ کا مناظرہ

معزز ہمعصر علی گڑھ گزٹ رقمطراز ہے۔ کہ "جماعت احمدیہ کی شاخ لاہور کے چند مولوی صاحب آج کل مختلف مقامات کا دورہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں وہ لکھنؤ میں تھے گذشتہ جمعہ کو علی گڑھ میں مناظرہ کیا۔ احمدی جماعت کی جانب سے مولوی غلام رسول صاحب اور مولوی محمد ابراہیم صاحب نے تقریر کی۔ مسائل زیر بحث تھے"(۱) وفات مسیح علیہ السلام اور (۲) مسیح موعود کا نبی اسرائیل سے یا امت محمدیہ سے ہونا جلسہ شام کے چار بجے سے لایل لائبریری ہال میں ہوا۔ تمام جلسے میں ایسے صرف چند ہی لوگ تھے۔ جو تقریروں کو سمجھ سکتے ہوں۔ مذکورہ بالا دونوں احمدی مولوی صاحبوں کی تقریر ختم ہونے کے بعد دوسری طرف سے دو صاحبوں نے تقریر کی جو باہر کے تھے۔ اور جن میں سے ایک صاحب نے کہا کہ مجھے خواجہ صاحب (غالباً خواجہ عبد المجید صاحب) نے بمبئی سے بلایا ہے۔ جلسے کے شرکا میں اکثر حصہ نان کوآپریٹروں کا تھا۔ جنہوں نے حسب معمول شور و غل برپا کر کے جلسہ کے مقصد کو فوت کر دیا۔ اور باوجود بمبئی کے مولوی صاحب اور مسٹر بشیر احمد خاں شروانی کی کوششوں کے باز نہ آسکے۔ اور بالآخر جلسہ میں بلا تنقیح مسائل زیر بحث برخواست ہو گیا۔ یہ ضرور تھا کہ احمدی مولوی صاحب مقررہ وقت سے زیادہ وقت لیلیا کرتے تھے۔ تاہم جس حد پہ مناظرہ ختم ہوا وہاں تک احمدیوں کی دلائل کو شکست نہیں کیا جا سکا

نان کوآپریشن والوں کو شکایت تھی کہ یہ زمانہ ان مباحث کا نہیں ہے۔ ہم کو بھی اس سے اتفاق ہے۔ واقعی ہمارے احمدی دوستوں کو اول اس مفسدہ پردازی اور تفرقہ اندازی کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ جو نان کوآپریشن کے ذریعہ سے ملک میں پیدا ہے۔ برسبیل ذکر ہم "ہمدم" کو اس لہجہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو اس کے لوکل رپورٹر نے لکھنؤ کے مناظرہ کے ذکر میں اختیار کیا۔ "اب اہد قومی انہم لا یعلمون"۔

معزز ہم عصر کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کی شاخ لاہور کے مبلغ تھے۔ مبلغ تو قادیان ہی کے تھے۔ یہ امر قابل نوٹ ہے۔ کہ ہمارے احمدی علماء کی برتری اور ان کے دلائل کی پختگی کا اقرار کرنا پڑا۔ حق آخر حق ہے۔ اور وہ ضرور غالب آتا ہے۔ تاہم انصاف کی بات ہر ایک زبان سے نہیں نکل سکتی۔ یہ علی گڑھ گزٹ کی سعادتمندی ہے کہ اپنی رائے کو بلاخوف لائم کہ دیا۔

ہم عصر نے لکھا ہے کہ ہم ترک موالات کی تحریک کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہ مقصد ہمارے زیر نظر ہے مگر اس کا بہترین مقابلہ یہی ہے کہ لوگوں کو دین الحق کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور انھیں سمجھایا جائے کہ اشاعت اسلام ہی میں ہماری ہر قسم کی دینی و دنیوی ترقی ہے۔

اخیر میں ہمدم کی نسبت جو کچھ ہم عصر موصوف نے لکھا ہے وہ اسکے لئے قابل شرم ہے۔ حقیقت میں مسلمانوں کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تہذیب سیکھیں شرافت سے کام لیں۔ اور تخیف الفاظ سے اپنے آپ کو بچائیں۔

"جماعت علی شاہ کی پیشگوئی کا کچھ ثبوت نہیں"

ایک ہزار انعام جمع کراؤ

اخبار الفقیہ مورخہ ۲۰ر اگست میں ایک نوٹ منجانب عبدالعزیز سوداگر کوہاٹی از میسور نکلا ہے جسکا مضمون ہے کہ حافظ جماعت علی شاہ نے (بقول راقم مضمون) جو پیشگوئی مرزا صاحبؑ قادیانی کی موت کی بابت کہی تھی۔ جس کا ذکر شاہ صاحب نے بڑے فخر سے جلسہ لائل پور میں کیا تھا۔ اس کے متعلق راقم مذکور کے الفاظ یہ ہیں۔

"وہابی اور مرزائی دونوں معترضوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہابی معترض ثابت کردے کہ حضرت ممدوح (شاہ صاحب) نے مطابق قول وہابی جھوٹ بولا ہے اور جامع مسجد لاہور میں حضور (شاہ صاحب) نے پیشگوئی کے الفاظ نہیں فرمائے تھے۔ تو ایسے معترض کو مبلغ ایکہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ یہ بھی بتائے کہ جب یہ پیشگوئی شائع ہوئی تھی اُسوقت ان معترضوں کو کیوں سانپ سونگھ گیا تھا"۔ (صـ)

اہلحدیث: ہم کو آپکی یہ معقول شرط بھی منظور ہے مگر جناب یہ تو آپ کو اور ہر ایک صاحب فہم سلیم کو معلوم ہوگا کہ کسی دعوے کا ثبوت نہ مدعی کے کہنے سے ہو سکتا ہے نہ مدعا علیہ کی تسلیم سے بلکہ اس کے لئے کسی تیسرے فیصلہ کن کی حاجت ہوتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے کوئی بے تعلق غیر جانبدار سمجھدار معاملہ فہم منصف مقرر کریں۔ دوم یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ بعد فیصلہ اگر بحق مدعی ہوا اور روپیہ مدعا علیہ کے [illegible] رہا تو ٹھیک، ورنہ مدعا علیہ روپیہ دینے [illegible]

اور مدعی کو نالش کی تکلیف کرنی پڑے جس پر خرچہ حرجہ کے علاوہ مسئلہ عدم تعاون بھی مانع ہے۔ اس لئے انعامی رقم بھی کسی معتبر مسلمہ فریقین امین کے پاس جمع کراویں۔ جو دونوں فریقوں کو اس مضمون کی رسید لکھدے کہ

"مبلغ ایک ہزار روپیہ از جانب عبدالعزیز سوداگر کوہاٹی میرے اس غرض سے امانت ہے کہ فلاں امر میں فریقین (فلاں اور فلاں) میں سے جس کے حق میں مسلمہ منصف فیصلہ دینگے۔ یہ رقم اسکو بلا حیل وحجت دیدے گا۔"

ان دونوں مراتب کے تصفیہ کے بعد ہم مجلس مقررہ میں بموجودگی منصف اپنا ثبوت اور آپکا جواب دینے کو حاضر ہو جائینگے۔ اگر آپ نے یہ دونوں مرتبے طے نہ کئے یعنی نہ انعامی رقم امانت رکھوائی نہ منصف منظور کیا بلکہ ادھر اُدھر کی کوئی بات کی تو سمجھا جائیگا۔ کہ آپ کا انعامی اشتہار بھی مرزائی اشتہارات کی قسم سے ہے۔ وکفی بالله لکم فدالة

(اہلحدیث)

نیش عقرب نہ از پے کین است بہ مقتضائے طبیعتش این است

چودھویں صدی کا مسلمان

چودھویں صدی کا مسلمان اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ وہ اپنی ظاہری صورت شکل وضع قطع اور خط وخال میں پہلی صدی کے مسلمان سے ملتا جلتا ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے وہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے تابع ہے۔ اس کے ہاتھ میں وہی مقدس صحیفہ ہے جو نئے دور کی پہلی صدی کے مسلمان کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن اب وہ محض ایک جسم ہے جس میں روح نہیں۔ ایک آنکھ ہے جس میں نور نہیں۔ ایک دل ہے۔ جس میں خون نہیں۔ ایک دماغ ہے جس میں احساس نہیں۔ اور یہی کیفیت اس کے افعال واعمال کی ہے۔ بظاہر وہ خدا پرست ہے لیکن بُت پرستی کئے بغیر بھی اسے چارہ نہیں۔ وہ باطل پرستی کا شیفتہ۔ رسم پرستی کا عاشق رواج کا دلدادہ اور توہمات کا پتلا ہے۔ دنوں اور ستاروں کی سعادت اور نحوست اور جھو منتر کی محبت اور حسن عقیدت نے اُسے خدائے بے نیاز سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ اپنے صحیفہ مقدس کی ہر روز بلاناغہ صبح سویرے اُٹھ کر تلاوت کرتا ہے [illegible] اسکا اتنا ادب اور تعظیم کرتا ہے۔ جتنا کہ واقعی اس کے شان کے شایاں ہے۔ مگر نہ تو یہ جانتا ہے۔ نہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اس کی نماز میں وضو، قیام، رکوع، سجود اور وقت کی پابندی سب ظاہری ارکان موجود ہیں۔ مگر صدق اور خلوص خضوع اور خشوع۔ بیم اور رجا سے اس کی نماز بالکل خالی ہے۔ اور فحشا اور منکر سے بچنا اس کا لازمی رکن نہیں۔ روزہ بیشک اس کی پیاری چیز ہے۔ اور کھانے پینے کے لحاظ سے نہایت اہتمام کے ساتھ تمام دن منہ کو لگام ہے۔ مگر مال حرام کھانا اور اپنے بھائی کا خون پینا اس کے روزے میں منع نہیں۔ نہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا۔ اور بدگوئی اور تجسس سے دل اور زبان کو پاک رکھنا اس کے روزے کے لئے لازمی ہے۔ اس کی زندگی کو زکوٰۃ سے کچھ واسطہ نہیں۔ اور اگر ہے۔ تو اس کی زکوٰۃ مال کی زکوٰۃ تک محدود ہے۔ نفس اور جذبات کا تزکیہ ضروری نہیں۔ حج میں احرام باندھنا۔ کنکر پھینکنا اور سعی تو لازمی ہیں۔ مگر رفث فسق اور جدال یعنی بے حیائی۔ بدکاری اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کا خیال نہیں۔ اور حضرت

6

ابراہیم علیہ السلام کے تقویٰ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جان کی قربانی کا فدیہ اس کے پاس محض ایک بھیڑ کا بچہ" ہے اپنے نفس کی قربانی اور تقوے سے کچھ واسطہ نہیں۔

بیماری کی تشخیص اور علاج

افسوس کی بات ہے۔ کہ چودھویں صدی کا مسلمان دن بدن روبہ تنزل ہے۔ اس کا ضعف انتہائی درجہ کا ضعف ہے۔ اور اس کے تنزل سے نیچے تنزل کا کوئی درجہ نہیں۔ وہ بیمار ہے۔ اور اس کی بیماری بستر مرگ پر معلوم ہوتی ہے۔ اسکے اعضاء رئیسہ تک میں بیماری کا اثر پہنچ چکا ہے۔ وہ نڈھال ہے۔ وہ بے حال ہے اور اسکو کسی کروٹ چین نہیں۔ جو غذا یا دوا اس کیلئے تجویز کی جاتی ہے۔ وہ سب اس کے مزاج کے ناموافق ہے۔ قومی۔ حکیم۔ طبیب اور ڈاکٹر اس کے مرض کی تشخیص سے عاجز ہیں۔ اسکی حالت شاعر کے اس مصرع کے مصداق ہے:۔

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

فلسفے کے گھونٹے اور پالٹیکس کے کاڑھے پی پی کروہ خود تنگ آ گیا ہے۔ تعلیم کی مالش بھی اسے راس نہیں آتی اب اسکی حالت ایسی ردی ہو گئی ہے۔ کہ وہ دوا اور طبیب کے نام سے ڈرتا ہے۔ اسے کوئی جسمانی عارضہ ہوتا تو جد و جہد سے اُسے ضرور فائدہ ہوتا۔ اس کا دماغ بیمار ہوتا۔ تو سائنس اور الہیات سے اسکو تقویت ہوتی۔ مگر چودھویں صدی کا مسلمان بیچارہ تو دل کی بیماری سے بیمار ہے۔ اس بیماری سے جس کی تشخیص میں حکیم مطلق کا قول ہے "فی قلوبھم مرض" یعنی ان کے دلوں کے اندر بیماری ہے سورہ ۲ رکوع ۲ آیت ۱۰۔ اب اس مرض کا علاج شیخ بو علی سینا کی کتاب القانون اور شفا میں نہیں ملیگا بلکہ

اس کتاب حکیم میں سے ملیگا۔ جس کی بابت آیا ہے وہ شفا ہے ان بیماریوں کیواسطے جو سینوں کے اندر ہیں۔ سورہ ۱۰۔ رکوع ۵۔ آیت ۵۸ (دلبر)

فسادات مالابار کی نسبت گورنر مدراس کی تقریر مدراس کی قانونی کونسل کے اجلاس میں گورنر بہادر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ واقعات مالابار کے متعلق ابھی تفصیلی بیان کا وقت نہیں آیا۔ مگر اتنا میں ضرور کہونگا۔ کہ جو کچھ ہوا۔ وہ اس خطرناک تحریک کا نتیجہ تھا۔ جس میں نسلی منافرت پھیلائی گئی۔ اور حکام کے خلاف لوگوں کے دلوں میں بے چینی پیدا کی گئی۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا۔ کہ ہندو مسلمان اور آدمیوں اور ... کے درمیان ایسی زبردست منافرت پیدا ہو گئی ہے۔ بہر حال گورنمنٹ کا فرض امن قائم کرنا ہے۔ اور اس مطلب کیلئے فوج کی امداد کی جہاں تک ضرورت ہوگی۔ اس سے کام لیا جائیگا۔ میں نے پرانی کونسل کی آخری اجلاس میں بتایا تھا۔ کہ مسٹر گاندھی جس تحریک کو چلا رہے ہیں۔ اس کا انجام بے چینی اور تباہی کے سوا اور کچھ نہیں لیکن اس کا مجھے بھی علم نہ تھا۔ کہ میرا اندیشہ اس قدر جلد حقیقی صورت اختیار کرے گا۔

فسادات مالابار۔ کالی کٹ۔ یکم ستمبر۔ علی مسالیر جو موپلوں کا لیڈر ہے۔ اس کو اور پانچ اور اشخاص کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ خفیف جرائم کے ملزموں کے مقدمات کی سماعت سرسری طور پر کی جائے گی۔ اور اس مطلب کے لئے مجسٹریٹ مقرر ہو گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اعلان کیا ہے۔ کہ کالی کٹ میونسپلٹی اور گرد و نواح کے دیہات کا کوئی باشندہ ان موپلوں کو پناہ نہ دے جو ... ۔ ... اور یونانی کے تعلقوں کے ہوں۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو مارشل لاء کے احکام کے مطابق سزا دی جائے گی +